سوال

(20) مسلم کو کافر قرار دینے میں غلو سے کام لینا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

میرے پاس دو خطوط آئے ہیں۔ ایک قاہرہ سے اور دوسرا یمن سے۔ ان دونوں میں یکساں سوال ہے۔ سوال ہے کسی مسلمان کو کافر قرار دینے میں مبالغے سے متعلق۔ قاہرہ سے جو خط موصول ہوا ہے، اس میں سوال کرنے والے محترم بھائی نے ایک ایسی جماعت کی طرف اشارہ کیا ہے جو اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہے۔ حالاں کہ اس جماعت کا مرجع فکر و عمل قرآن وسنت ہی ہے۔ لیکن ان کے افکار میں اتنا تشدد اور غلو ہے کہ وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو بھی کافر تصور کرتے ہیں۔ ان میں وہ اشخاص جو قدرے نرم رویہ رکھتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر ایک دفعہ گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے تو کوئی بات نہیں ہے تاہم اس پر اصرار کرنے والا کافر ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ آج سارے مسلمان گرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن وہ حقیقت میں مسلمان نہیں ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی دلیل کے یہ باتیں کہتے ہیں بلکہ اپنے عقیدے کے اثبات میں قرآن وحدیث سے حوالے بھی پیش کرتے ہیں۔

یمن سے جو خط وصول ہوا ہے اس میں ہمارے یمنی بھائی نے ایک ایسے مسلم شخص کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کا دعویٰ ہے کہ آج یمن اور یمن سے باہر تمام امت مسلمہ حقیقتاً مسلمان نہیں ہے بلکہ وہ سب مرتد اور کافر ہیں۔ چاہے انہوں نے ارکان اسلام کو مضبوطی سے تھام رکھا ہو، چاہے وہ مرد ہوں یا عورت اور چاہے ان کا تعلق دار الحرب سے ہو یا دارالاسلام سے، اب نہ جمعے کی نماز ہی صحیح ہوتی ہے اور نہ پنج وقتہ باجماعت نمازیں کیونکہ یہ سب مرتدین کی اقتداء میں ہوتی ہیں۔ ایسی مرتد امت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام جائز نہیں بلکہ سب سے پہلے انہیں کلمہ شہادت کی طرف بلانا چاہیے کیونکہ یہ سرے سے مسلمان ہی نہیں ہیں۔

چوں کہ آپ کا موقف افراط، تفریط اور غلو سے پاک ہوتا ہے اس لیے ہم نے آپ کی طرف رجوع کیا ہے۔ گزارش ہے کہ آپ ہمیں اس عقیدے سے متعلق بتائیں کہ آیا یہ صحیح ہے یا قرآن وسنت کے خلاف؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

بے شبہ امت مسلمہ میں ایسی جماعت یا افراد کا ظہور جو علی الاعلان تمام مسلمانوں کو کافر قرار دینے میں غلو سے کام لیتے ہوں ایک خطرناک بات ہے۔ لیکن ہمیں چاہیے کہ سب سے پہلے ہم ان اسباب وعوامل کو تلاش کریں جن کی وجہ سے ایسے افراد جنم لیتے ہیں۔ یہ بات میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس جماعت اور ان کے متشدد خیالات ونظریات کا سد باب حکومت کے ڈنڈوں سے نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ افکار وعقائد کی صلاح متبادل افکار ہی سے کی جا سکتی ہے۔ اس مقصد کی خاطر سختی اور ڈنڈے کا استعمال غلط افکار کے مزید پھیلنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اور یہ متشدد افراد درحقیقت مخلص دین دار اور نماز وروزہ کے پابند ہوتے ہیں۔ ان کے خیالات میں تشدد کا سبب وہ تیزی سے پھیلتی ہوئی اخلاقی وفکری برائیاں ہیں

جنھوں نے غیر مسلموں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ آگے بڑھنے سے قبل میں ان اسباب و عوامل کا بیان ضروری سمجھتا ہوں جن کی وجہ سے ایسے افراد جنم لیتے ہیں۔

1۔ امت مسلمہ کے بعض افراد کا حقیقی طور پر ارتداد اور کفر میں مبتلا ہوجانا۔ ایسے افراد حکومت کی طاقت اور ذرائع ابلاغ عامہ کو استعمال کر کے اپنے ملحدانہ افکار و نظریات کی ترویج و تشہیر میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

2۔ بعض علماء کرام نے ان ملحد اور بے دین افراد کی طرف سے غفلت برتی ہوئی ہے اور وہ انہیں مسلمانوں ہی میں شمار کرتے ہیں۔

3۔ دور حاضر میں ہر طرف داعیان حق کی سرکوبی کی جارہی ہے اور ہر ممکن طریقے سے ان پر عرصہ حیات تنگ کیا جارہا ہے۔ اس کا رد عمل یہ ہے کہ داعیان حق میں کچھ ایسے افراد ظاہر ہوتے ہیں جن کے خیالات میں تشدید اور افکار میں غلو ہوتا ہے۔

4۔ ان کے پاس دینی حمیت اور اسلامی جذبہ تو خوب ہوتا ہے لیکن دینی سمجھ بوجھ اور اسلامی اصول و قواعد کا فہم و ادراک کم ہوتا ہے۔ یہ ناپختہ شعور انہیں غلو اور تشدد کی طرف مائل کردیتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ اسلام میں محض دینی حمیت اور اخلاص ہی کافی نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ اسلامی شریعت اور اس کے احکام کا تفقہ بھی نہایت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین عبادت اور جہاد سے قبل علم حاصل کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم صرف ان اشخاص کو کافر تصور کریں جو علی الاعلان کفر کی راہ پر گامزن ہیں۔ البتہ وہ لوگ جو صرف ظاہری طور پر مسلمان ہیں اگرچہ اندرونی طور پر وہ ایمان سے عاری ہیں تو انہیں ہم کافر قرار دینے کے ہرگز مجاز نہیں۔ دنیا میں ہم ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کریں گے اور آخرت کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

وہ لوگ جو علی الاعلان کفر میں مبتلا ہیں اور ہم انہیں کافر کہہ سکتے ہیں، درج ذیل ہیں :

1۔ کمیونسٹ حضرات کیوں کہ یہ خدا اور مذہب کو تسلیم نہیں کرتے۔

2۔ سیکولر خیالات کے حامل اشخاص کہ یہ اللہ کی شریعت کو نہیں مانتے اور دین و دنیا دونوں کو الگ الگ شئی تصور کرتے ہیں۔

3۔ وہ فرقے جو یقینی طور پر اسلام سے خارج ہیں مثلاً اسماعیلی فرقہ، بہائی فرقہ اور قادیانی فرقہ۔

یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ کسی متعین شخص کو کافر قرار دینا کوئی آسان کام نہیں۔ یعنی ہم کسی گروہ کی طرف اشارہ کر کے کہہ سکتے ہیں کہ وہ کافر ہیں مثلاً کمیونسٹ کافر ہوتے ہیں یا قادیانی کافر ہوتے ہیں یا جس نے فلاں بات کہ وہ کافر ہوگیا۔ لیکن کافر کو کسی متعین شخص کی طرف منسوب کر کے کہنا کہ فلاں شخص کافر ہے کوئی آسان کام نہیں بلکہ یہ کافی غور طلب کام ہے اس لیے کہ کسی کو کافر قرار دینے کے بعد درج ذیل نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

1۔ وہ شخص اب اپنی بیوی کے لیے حلال نہیں ہے۔ دونوں میں علیحدگی ضروری ہے۔

2۔ اس کی اولاد اب اس کی نگہداشت میں نہیں رہیں گی کیوں کہ عین ممکن ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کافرانہ انداز میں کرے۔

3۔ اب وہ مسلم معاشرے کی نصرت و حمایت سے محروم ہوگیا۔ اس کا سماجی بائیکاٹ ضروری ہے۔

4۔ اگر اسلامی حکومت قائم ہے تو اس پر ارتداد کی حد قائم کی جائے گی یعنی سزائے موت۔

5۔ مسلمانوں کے احکام اس پر نافذ نہیں ہوں گے۔ چنانچہ مرنے کے بعد نہ اسے غسل دیا جائے گا نہ نماز پڑھی جائے گی اور نہ وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوگا۔

6۔ اگر وہ کفر وارتداد کی حالت ہی میں مرگیا تو لعنت کا مستحق ہوا اور اس کا انجام کار جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

ان سنگین نتائج کے پیش نظر ضروری ہے کہ ہم ان شرعی اصول وقواعد کو صرف قرآن وسنت کی روشنی میں وضع کریں، جن کی بنیاد پر ہم کسی کو مسلم یا کافر کہہ سکتے ہیں۔ ذیل میں انہیں اصول وقواعد کا بیان ہے۔ اور اس سلسلے میں ہمارا مرجع صرف قرآن اور سنت ہے۔ اگر کسی موقع پر ہم کسی عالم کے قول کو نقل کریں گے تو صرف سہارے کے لیے۔ اس سے استدلال مقصود نہیں ہوگا۔

1۔ پہلا اصول یہ ہے کہ کوئی بھی شخص کلمات شہادت یعنی: "أشھد أن لا إلہ إلا اللہ وأشھد أن محمداً رسول اللہ" کا اقرار کرتے ہی اسلام میں داخل ہوجاتا ہے۔ اب اس پر مسلمانوں کے قوانین نافذ ہوں گے، خواہ اس نے شہادت کا اقرار صرف اپنی زبان سے کیا ہو اور دل سے ہو ہنوز کافر ہو۔ کیوں کہ دل کا حال تو صرف اللہ کو معلوم ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل احادیث کو دلیل کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

1۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسے شخص کو میدان جنگ میں قتل کرڈالا جس نے تلوار دیکھتے ہی کلمہ شہادت کا اقرار کرلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعے کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخت سرزنش کی اور فرمایا کہ اس نے کلمہ شہادت کا اقرار کرلیا تھا پھر بھی تم نے اسے قتل کرڈالا۔ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اس نے صرف تلوار کے خوف سے کلمہ شہادت کا اقرار کیا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا تھا؟ یعنی تمہیں اس کے دل کا حال کیا معلوم؟

2۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس شخص کا اسلام تسلیم کرلیتے تھے جو کلمہ شہادت کا اقرار کرلیتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اسلام تسلیم کرنے کے لیے اس بات کا انتظار نہیں کرتے تھے کہ نماز کا وقت آئے تو وہ نماز پڑھ کر دکھائے یا رمضان کا مہینہ آئے تو روزے رکھ کر اپنے اسلام کو ثابت کرے۔ مسلمانوں کے زمرے میں شامل ہونے کے لیے اس کا زبان سے کلمہ شہادت کا اقرار ہی کافی تھا۔

3۔ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله، فإذا قالوها عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله"

''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں حتیٰ کہ وہ اقرار کرلیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ جب وہ اس کا اقرار کرلیں گے تو ان کے مال وجان میری طرف سے محفوظ ہیں اور ان کا حساب وکتاب اللہ کے ذمہ ہے۔ (یعنی انہوں نے دل سے اسلام قبول کیا یا نہیں اس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے کلمہ شہادت کا زبان سے اقرار کافی ہے۔ رہی دل کی بات تو اس کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، ہم بندوں کے ہاتھ میں نہیں۔

2۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ جس شخص نے اس حالت میں جان دی کہ وہ توحید پر قائم تھا اور شرک سے بالکل پاک تھا تو وہ اللہ کے یہاں دو باتوں کا مستحق ہوگا:

(الف)۔ جہنم میں ہمیشگی سے نجات۔ خواہ اس کی زندگی گناہوں سے آلودہ رہی ہو۔

(ب)۔ اپنے گناہوں کی پاداش میں وہ اس وقت تک جہنم میں رہے گا جب تک اللہ کی مرضی ہوگی اس کے بعد اسے وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ دلیل کے طور پر درج ذیل احادیث پیش کرتا ہوں:

ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"مَا مِن عَبْدٍ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ"

''جس شخص نے اس حالت میں جان دی کہ وہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کا قائل تھا، وہ جنت میں داخل ہوگا''

ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ .... قُلْتُ : وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ : وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ "

''ایک دن جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور اس بات کی بشارت دی کہ تمہاری امت میں جو شخص اس حالت میں وفات پائے گا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ ضرورت جنت میں جائے گا۔ میں نے پوچھا کہ چاہے اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں چاہے اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو''

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً"

''جہنم سے ہر وہ شخص نکلے گا جس نے اقرار کیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اس کے دل میں ایک گیہوں کے دانے برابر بھی بھلائی ہو''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جنت میں داخلے کے لیے توحید کا اقرار کافی ہے۔ موحد شخص نے چاہے کتنے بڑے بڑے گناہ کیے ہوں، وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر ایک نہ ایک دن ضرور جنت میں جائے گا۔

3۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کلمہ گو شخص کے لیے لازمی ہے کہ وہ اسلام کے ان احکام وقوانین کی سچائی اور ان کے برحق ہونے کا بھی اقرار کرے، جو احکام قرآن وحدیث کی صریح دلیلوں سے ثابت ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام وقوانین وضع کردیے، ان میں اب کسی کو یہ اختیار نہیں کہ چاہے تو کسی کو مانے اور چاہے تو کسی کا انکار کردے۔ اب وہ اس بات کا مجاز نہیں ہے کہ اپنی مرضی کے مطابق کسی حکم کو سچ مان کر اس کا اتباع کرے اور کسی حکم کو غلط جان کر ترک کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ﴿٣٦﴾ ... سورة الاحزاب

''کسی مومن مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملے میں فیصلہ کردے کہ اس معاملے میں ان کی اپنی کوئی مرضی ہو''

یہاں احکام وقوانین سے مراد وہ احکام ہیں جو قرآن وسنت کی واضح دلیلوں سے ثابت ہوں اور جن پر تمام امت کا اتفاق ہو مثلاً نماز کی فرضیت یا قتل وزنا کی حرمت یا شادی اور طلاق میں شریعت کے واضح احکام۔ اگر کسی مسلمان نے ان احکام وقوانین میں کسی ایک کا بھی انکار کیا یا اس کا مذاق اُڑایا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ اور اسے مرتد تصور کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص زکوٰۃ کی فرضیت کو تسلیم نہیں کرتا یا زنا کی حلت کا قائل ہو تو اسے اسلام کے دائرے سے خارج تصور کیا جائے گا۔

4۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب، گرچہ اس پر اصرار ہو، ایمان میں کمی کا باعث تو ہوتا ہے لیکن اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ اس سلسلے میں چند دلیلیں پیش کرتا ہوں :

1۔بخاری شریف کی حدیث ہے : عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے شخص کا واقعہ بیان کرتے ہیں، جس کا نام عبداللہ تھا اور لوگ اسے حمار کہہ کر پکارتے تھے۔ اکثر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شراب پینے کے جرم میں متعدد بار سزادی تھی۔ ایک دفعہ اسے شراب کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر شراب کی حد جاری کی یعنی کوڑے لگوائے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ دیکھ رہے تھے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر، کتنی دفعہ اسے شراب کی سزا مل چکی ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ بھیجو۔ بہ خدا تمہیں معلوم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔

اس حدیث سے واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی جیسے گناہ کبیرہ پر اصرار کرنے کے باوجود اس شخص کو اسلام سے خارج نہیں قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اور اس پر مصر رہنے والے شخص کو اسلام سے خارج نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

2۔ افک کے واقعے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر چند لوگوں نے بہتان تراشی کی تھی، ان لوگوں میں ایک صحابی مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ غزوہ بدر میں شرکت کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔ یہ معلوم ہے کہ پاک دامن عورتوں پر بہتان تراشی گناہ کبیرہ ہے جس کی حد اسی کوڑے ہیں۔ حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گناہ کے مرتکب ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ کبھی مسطح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلہ رحمی نہیں کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مواخذہ کیا اور اللہ نے انہیں عفوودرگزر سے کام لینے کی تلقین کی۔

3۔گناہ کبیرہ کا ارتکاب اگر اسلام سے خارج کردینے والی چیز ہوتی، تو گناہ کبیرہ اور ارتداد میں کوئی فرق نہ ہوتا۔ ہر صاحب معصیت کو مرتد تصور کیا جاتا اور اسے مرتد کی سزا (سزائے موت) دی جاتی۔ پھر تو زنا، قتل، چوری اور شراب نوشی وغیرہ گناہوں کے لیے الگ الگ حدیں نہ مقرر ہوتیں۔

4۔وہ صحیح حدیث جس کا تذکرہ، اس سے قبل ہو چکا ہے، جس میں جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی تھی کہ لاالٰہ الااللہ کہنے والا جنت میں جائے گا، خواہ اس نے زنا یا چوری کا ہی ارتکاب کیوں نہ کیا ہو۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن بعض گناہ کبیرہ کے مرتکبین کی شفاعت کریں گے، اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب خارج از اسلام ہوجاتا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس کی شفاعت نہ کرتے۔

5۔ پانچواں اصول یہ ہے کہ شرک کے علاوہ ہر گناہ اور معصیت قابل معافی ہے، خواہ وہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ اللہ شرک کبھی معاف نہیں فرمائے گا۔ اس کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہیں وہ اللہ معاف کرسکتا ہے۔ اگر اس کی مشیت ہوئی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

إِنَّ اللَّهَ لا يَغفِرُ أَن يُشرَكَ بِهِ وَيَغفِرُ ما دونَ ذٰلِكَ   ٤٨ ... سورة النساء

''بے شبہ اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔ اس کے علاوہ وہ کچھ بھی معاف کرسکتا ہے''

6۔چھٹا اصول یہ ہے کہ کفر کی دو قسمیں ہیں :

الف۔ کفر اکبر۔ وہ کفر جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کردیتا ہے۔

ب۔ کفر اصغر۔ وہ کفر جس سے انسان دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوتا البتہ سزائے الٰہی کا مستحق ہوجاتا ہے۔

کفر اکبر سے مراد ہے اس شریعت یا دین کا انکار، جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ جو شخص بھی اس دین یا اس دین کی شریعت کا منکر ہوگا وہ اسلام سے خارج شمار کیا

جائے گا۔

کفراصغر سے مرادناشکری اورکفرانِ نعمت ہے ۔ یہ کفرقابل مواخذہ ضرور ہے لیکن اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ مثلاًحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَن حَلَفَ بِغَيرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ"

''جس نے غیراللہ کی قسم کھائی اس نے کفرکیا''

اور فرمایا:

"سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ"

''مسلمان کوگالی دینافسق ہے اوراس سے جنگ کرنا کفر ہے''

ان احادیث میں کفر سے مراد وہ کفرنہیں ہے ،جواسلام سے خارج کردیتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان صحابہ رضوان اللہ عنھم اجمعین کو کافرنہیں شمار کیا،جنھوں نے جنگ جمل میں آپ سے جنگ کی تھی ۔بلکہ انہیں باغی قراردیا۔ معلوم ہواکہ مسلمانوں سے جنگ کرنا وہ کفرنہیں ہے ،جواسلام سے خارج کردے۔

7۔ ساتواں اصول یہ ہے کہ کسی ایک ہی شخص میں بیک وقت ایمان اورکفریا جاہلیت یانفاق کا اکٹھا ہوناعین ممکن ہے ۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے ،جوبہت سی نظروں سے اوجھل ہے ۔عام لوگوں کا یہ تصور ہے کہ انسان یا تومؤمن ہوتا ہے یا کافر۔ بہ یک وقت وہ مومن اورکافردونوں نہیں ہوسکتا۔ یہ لوگ اس بات سے بے خبرہیں کہ ان دونوں کی درمیانی کیفیت بھی ہوسکتی ہے یعنی ایک شخص کے مؤمن ہوتے ہوئے بھی کفرکی چند خصلتیں اس کے اندر موجود ہوں۔ یہ کوئی عجیب وغریب بات نہیں کہ کسی شخص کے اندرایمان بہ درجہ اتم موجودنہ ہوبلکہ نفاق یا کفریاجاہلیت کی بعض عادتیں بھی اس کے اندر موجود ہوں۔ جبھی توحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوزر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایاتھا:

"إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ"

''تم ایسے شخص ہوجس میں جاہلیت بھی ہے''

دوسری حدیث ہے:

"مَن مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِن نِفَاقٍ"

''جس کسی کوموت آئی اس حالت میں کہ اس نے جہادنہیں کیااورنہ جہادکی خواہش ہوئی تووہ نفاق کی ایک خصلت پرمرا''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ"

''موسیقی دل میں نفاق پیدا کرتی ہے''

ان احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی مسلم شخص میں نفاق یا جاہلیت کی کچھ خصلتیں بھی موجود ہوسکتی ہیں۔ اوران کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین کا عقیدہ یہی ہے کہ کسی بھی شخص میں بیک وقت ایمان اور نفاق یا کفر دونوں ہوسکتا ہے۔

8۔ آٹھواں اصول یہ ہے کہ اللہ اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت وفرماں برداری کے معاملے میں لوگوں کے مختلف درجات اور مراتب ہوتے ہیں۔ جو شخص جتنا اطاعت گزار اورفرماں بردار ہوگا، تقرب الی اللہ اور تقوی میں بھی اسی قدر اعلیٰ مرتبے پر ہوگا۔ اسی لیے سلف صالحین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مومن کی ایمانی حالت میں کمی وبیشی ہوتی رہتی ہے۔ یہ تصور کرلینا غلط ہوگا کہ ہر مؤمن شخص کو لازمی طور پر فرشتہ صفت اور تمام گناہوں سے پاک ہونا چاہیے۔

یہ حقیقت کہ ایمان واطاعت میں لوگ مختلف المراتب ہوتے ہیں قرآن وحدیث سے بھی یہ ثابت ہے۔ اللہ فرماتا ہے :

ثُمَّ أَورَثنَا الكِتـٰبَ الَّذينَ اصطَفَينا مِن عِبادِنا ۖ فَمِنهُم ظالِمٌ لِنَفسِهِ وَمِنهُم مُقتَصِدٌ وَمِنهُم سابِقٌ بِالخَيرٰتِ ... ٣٢ ... سورة فاطر

''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث بنادیا، ان لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ اب کوئی تو ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی بیچ کی راہ پر ہے اور کوئی اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے''

اس آیت میں اللہ تعالی نے امت مسلمہ کو تین مرتبوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک قسم ان لوگوں کی ہے، جواپنے اوپر ظلم کرتے ہیں یعنی کثرت گناہ میں ملوث ہیں۔ دوسرے وہ جو درمیانی روش پر گامزن ہیں یعنی ان میں اچھائیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی۔ اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے :

" مَن رَأَى مِنكُم مُنكَرًا فَليُغَيِّرهُ بِيَدِهِ، فَإِن لَم يَستَطِع فَبِلِسَانِهِ، فَإِن لَم يَستَطِع فَبِقَلبِهِ، وَذَلِكَ أَضعَفُ الإِيمَانِ "

''تم میں سے جو برائی دیکھے اسے چاہیے کہ وہ اسے بہ زور طاقت دور کرے، جو ایسا نہیں کرسکتا، وہ اپنی زبان سے دور کرے۔ جو ایسا بھی نہیں کرسکتا، وہ اپنے دل ہی میں اسے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین پہلو ہے''

اس حدیث سے واضح ہے کہ مومنین میں تین درجے ہوتے ہیں۔ ایک درجہ ان لوگوں کا ہے، جو بہ زور طاقت برائیوں کو روکتے ہیں، دوسرا ان لوگوں کا ہے جو زبان سے برائیوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور تیسری قسم ان کمزور لوگوں کی ہے، جو برائیوں کی روک تھام پر قادر نہیں ہیں۔ البتہ دل سے انہیں برا تصور کرتے ہیں۔

اس طویل گفتگو اوران دلائل وبراہین کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کسی شخص کو کافر قرار دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جو لوگ اپنے تقوے اور علم وفضل کے غرور میں مبتلا ہو کر اپنے علاوہ دوسروں کو کافر گردانتے پھرتے ہیں، ان کا عمل قرآن وسنت کے خلاف ہے اور وہ تشدد اور غلو میں مبتلا ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"إِيَّاكُم وَالغُلُوَّ فَإِنَّمَا أَهلَكَ مَن كَانَ قَبلَكُمُ الغُلُوُّ"

''غلو سے بچو، تم سے پیش تر قوموں کو غلو ہی نے ہلاک کیا تھا''

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاوی یوسف القرضاوی

عقائد، جلد: 1، صفحہ: 73

محدث فتویٰ